خاندان کے باہمی سماجی روابط و تعلقات
(قرآنی تعلیمات کی روشنی میں)

فیاض احمد فاروق[1]

خلاصہ:

بہتر انسانی زندگی گزارنے کے لیے جو ادارہ وجود میں آتا ہے اسے معاشرے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جہاں تک طرز معاشرت کا تعلق ہے تو کوئی بھی شخص تنہا زندگی نہیں گزار سکتا، یہی وجہ ہے کہ مختلف افراد باہم مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضروریات کی عملی تکمیل کرتے ہیں۔ سماجی ضروریات کی عملی تکمیل کے لیے جو ادارہ سامنے آتا ہے اس کو خاندان سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ انسان کی معاشرتی زندگی میں خاندان کا ادارہ بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی خاندانی نظام سے معاشرت کی عملی تکمیل ہوتی ہے اور بہترین معاشرت کے لیے مختلف خاندانوں کے سماجی روابط اور باہمی تعلقات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آج روئے زمیں پر جتنے مذاہب اور تہذیبیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف اسلام ایک ایسا دین ہے جو مسلم معاشرت کی ایک خاندانی نظام میں تشکیل کرتا ہے۔

قرآن کریم میں خاندانی نظام، سماجی نظام زندگی اور باہمی تعلقات کے حوالے سے مفصل تعلیمات ملتی ہیں۔ اس تحقیقی آرٹیکل میں خاندانی نظام کی وضاحت کرتے ہوئے سماجی نظام میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی جائے گی پھر قرآنی تعلیمات کی روشنی میں خاندان اور باہمی سماجی روابط کا مفصل جائزہ لیتے ہیں عصری تقاضوں کی روشنی میں مفصل لائحہ عمل بھی ترتیب دیا جائے گا۔

کلیدی الفاظ: قرآن کریم، خاندانی نظام، سماجی نظام، معاشرت

[1]۔ پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، سیرت چیئر، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

تعارف

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بنا کر اس میں انسان کو اتارا تا کہ وہ اللہ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارے۔ جہاں تک انسانی زندگی کا تعلق ہے تو زندگی کو بہتر انداز میں گزارنے کے لیے جو ادارہ وجود میں آتا ہے اسے معاشرے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں کوئی بھی شخص تنہا زندگی نہیں گزار سکتا، یہی وجہ ہے کہ مختلف افراد باہم مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضروریات کی عملی تکمیل کرتے ہیں۔ سماجی ضروریات کی عملی تکمیل کے لیے جو ادارہ سامنے آتا ہے اس کو خاندان سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ انسان کی معاشرتی زندگی میں خاندان کا ادارہ بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی خاندانی نظام سے معاشرت کی عملی تکمیل ہوتی ہے اور بہترین معاشرت کے لیے مختلف خاندانوں کے سماجی روابط اور باہمی تعلقات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ آج روئے زمین پر جتنے مذاہب اور تہذیبیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف اسلام ایک ایسا دین ہے جو مسلم معاشرت کی ایک خاندانی نظام میں تشکیل کرتا ہے۔

اگر خاندانی نظام کا فکری بنیادوں پر جائزہ لیا جائے تو خاندان محبت کا قلعہ، نفسیاتی حصار، جذباتی اور سماجی زندگی کی ڈھال سمجھا جاتا ہے۔ خاندان دراصل افراد کے ایسے مجموعے کا نام ہے جو مل جل کر زندگی گزارتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے راحتیں اور آسائشیں پیدا کرتے ہیں۔ اسی سے سماجی زندگی میں محبت، اخوت اور ہمدردی کے جذبات کو فروغ ملتا ہے۔ غم اور تکلیف میں ایک دوسرے کے دست بازو جبکہ خوشی کے لمحات میں باہمی دلی جذبات سے اپنے دل کشادہ کر کے فضا کو گل و رنگ کی بہار بنا دیتے ہیں۔ اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ خاندان صرف سماجی ضرورت ہی نہیں بلکہ باہمی سماجی روابط و تعلقات کا ایک ذریعہ بھی ہیں۔ خاندان جو مختلف سماجی رشتوں کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے، ان رشتوں کا تقدس، عزت و تکریم اور باہمی دلی جذبات ہر دور کا ایک بنیادی خاصہ رہا ہے۔ سماج اسی وقت ترقی کرتا ہے جب خاندانی نظام کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا جاتا ہے۔

جہاں تک سماج کا تعلق ہے تو ذیل میں پہلے اس کا جائزہ لیتے ہیں پھر انسانی زندگی میں اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے خاندانی نظام کو زیر بحث لائیں گے۔

۱۔ سماج کا معنی و مفہوم

جہاں تک سماج کے معنی و مفہوم کا تعلق ہے تو مختلف اہل علم نے اس کی وضاحت کی ہے

سماج سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی معاشرہ کے ہیں۔[۱]

سماج انسانوں کی ایسی آبادی کا نام ہے جو قبیلوں، ذاتوں اور قوموں سے تشکیل پاتا ہے، قرآن حکیم میں اس کے لئے ''القریۃ'' یا ''القریٰ'' کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں:

> القریۃ وہ جگہ ہے جہاں لوگ جمع ہو کر آباد ہو جائیں تو بحیثیت مجموعی ان دونوں کو قریہ کہتے ہیں۔[۲]

معاشرہ کے لفظی معنی تو مل جل کر زندگی بسر کرنا کے ہیں، لیکن عمرانیات (Sociology) میں معاشرہ کی اصطلاح اپنے لیے مخصوص معنی رکھتی ہے۔ وسیع معنی میں تمام نسل انسانی کو معاشرہ یعنی سوسائٹی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور محدود معنی میں اس سے مراد وہ گروہ لیا جاتا ہے جو کچھ لوگوں یا خاندانوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ساجد الرحمن لکھتے ہیں:

> معاشرہ انسانی ربط کی اس تنظیم کا نام ہے جس کو ہم خیال افراد نے بنایا ہو۔ ان کے مقاصد اور مفادات میں یکسانیت ہو، معاشرہ یا سماج ایک جیسے حالات رکھنے والے افراد کا مجموعہ ہوتا ہے جو ہم خیالی کی وجہ سے مشترکہ مفادات کی بنا پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون بھی کرتے ہیں۔[۳]

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں معاشرہ کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے۔

> یہ انسانی روابط کا ایک کلی مرکب ہے اس حیثیت سے کہ یہ روابط عمل سے پیدا ہوتے ہیں جو ذرائع و مقاصد کے رشتہ سے قائم ہیں۔[۴]

---

[۱] اکرم میرانی، پروفیسر، سماج کی سائنس، سرائیکی لوک سانجھ، ملتان، ۱۹۸۶، ص ۱۰

[۲] امام راغب اصفہانی مفردات القرآن ص ۸۴۶

[۳] ساجد الرحمن، صاحبزادہ، اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل، طبع ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۹۷، ص ۱۴۹

[۴] انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز، میکملن کمپنی اینڈ دی فری پریس، نیویارک، ۱۹۶۸، ج ۱۳، ص ۲۳۱

گویا سماج سے مراد افراد انسانی کا ایسا گروہ جو معاشرہ میں مشترکہ مفادات کے تحت مل جل کر زندگی بسر کرے، مدنی زندگی میں ایک دوسرے کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور اس زندگی کو اجتماعیت میں ڈھال کر منظم اصولوں کے تحت بسر بھی کر سکیں۔ ہم خیال افراد کا ایسا مجموعہ ترتیب دیں جس میں ایک دوسرے سے مفاد حاصل ہو، سماجی روابط پروان چڑھیں اور معاشرے کو امن و خوش حال بنانے کے لیے بھی اپنا کردار ادا کر سکیں۔

۲۔انسانی زندگی میں سماج کی اہمیت:

انسانی زندگی میں سماج اپنی اہمیت کے اعتبار سے مسلم حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ افراد مل جل کر رہنا پسند کرتے ہیں اس لیے اس اجتماعیت کو بھی سماج کا نام دیا جاتا ہے۔ کوئی بھی شخص اکیلا اپنی ضروریات کی تکمیل نہیں کر سکتا اس لیے اسے دوسرے افراد کی ضرورت رہتی ہے ایسی ضروریات کی عملی تکمیل کے لیے بھی سماج کا تصور سامنے آتا ہے۔ سماج دراصل دو افراد کے مجموعے کا نام ہے جس میں ایک مرد اور دوسری عورت ہے اور سماجی زندگی ان دونوں کے بغیر نامکمل ہے۔ یہ دونوں افراد ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور سماجی زندگی کی تشکیل کرتے ہیں اور اس فائدہ اٹھانے کو جنسی مفاد (ازدواجی) کا نام دیا جاتا ہے۔ جب سماجی زندگی میں دو افراد ایک دوسرے سے جنسی فائدہ اٹھاتے ہیں تو اسی کو شادی (نکاح) کا نام دیا جاتا ہے اور آگے چل کر اسی سے خاندانی نظام کی بنیادیں بھی استوار ہوتی ہیں۔ قرآن کریم نے سماج کی بنیادی ضروریات زندگی کے حوالے سے آدم علیہ السلام کے لیے جنت کی نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰىوَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى[1]

بیشک یہاں جنّت میں تمہارا فائدہ یہ ہے کہ نہ بھوکے رہو گے اور نہ برہنہ رہو گے،
اور یقیناً یہاں نہ پیاسے رہو گے اور نہ دھوپ کھاؤ گے۔

سماج کے اندر بہت سی ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جو سماجی زندگی کے لیے ضروری تصور کی جاتی ہیں۔ ان میں سے پہلی کھانے پینے کی سہولت، دوسری لباس کی سہولت (،خواہ سوت یا کتان یا کسی بھی چیز کا بنا ہو)۔ اس لیے دونوں چیزیں انسانی حیات کے لیے ہیں اور تیسری ازدواجی زندگی کی

[1] طٰہٰ،۲۰: ۱۱۸۔۱۱۹

سہولت ہے اسی تیسری سہولت سے بقائے نسل انسانی اور اس کے دوام کا بھی انحصار ہوتا ہے۔ اگر سماج کی بنیادی ضروریات کا جائزہ لیں تو درج ذیل چیزوں کا تصور سامنے آتا ہے۔

۱۔ رہائش ۲۔ لباس ۳۔ خوردونوش ۴۔ شادی

۵۔ حادثات سے بچاؤ کی تدابیر اور حادثہ کی صورت میں معالجہ۔

یہ وہ چیزیں ہیں جن کی ہر معاشرہ یا سماج کو ہمیشہ ضرورت رہتی ہے اور اس کارگاہ حیات میں انہی چیزوں کے حصول کے لیے انسان فکری، جسمانی صلاحیتوں کو صرف کرتا ہے۔ یہ وہ ساری بنیادی ضروریات ہیں جن کی عدم دستیابی کی وجہ سے کسی بھی سماج کو ہلاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

خاندانی تنظیم

انسان فطری طور پر معاشرت پسند ہے۔ اسی فطری تقاضے اور خارجی ماحول کی ضروریات نے اسے احتیاجی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا ہے۔ انسانی معاشرے کی ابتدا خاندانی تنظیم سے ہوتی ہے، کیونکہ خاندان کسی بھی قوم کی تعمیر میں خشتِ اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندانی نظام زندگی افراد معاشرہ کی ایسی تربیت گاہ ہے جہاں اخلاق و کردار کی قدریں افراد کے دِل ودِماغ پر نقش ہوتی ہیں اور یہی نقوش دیر تک موجود رہتے ہیں۔ اسی وجہ ہے اسلام اور دیگر تمام مذاہب میں گھر اور خاندان کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض ایک فرد کے طور پر پیدا نہیں کیا کہ وہ تنہا زندگی گزارتا رہے، بلکہ اس کی فطرت میں اجتماعیت کا شعور بھی ودیعت کر دیا۔ اجتماعیت کی بنیادی احتیاجات کو اس کی شخصیت کا حصہ بنایا اور اجتماعیت کی پہلی اکائی کے لیے میاں بیوی کے تعلق کا شعور بخشا، پھر خاندان کی وحدت کے مختلف اجزاء کی اہمیت کا ادراک عطا کیا اور ان اجزاء کو مرتبط رکھنے کے احکام بھی عطا کیے۔ پھر انسان نے عقل و شعور اور بصیرت کا استعمال کرتے ہوئے اور رشتوں کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے خاندانی نظام کو مزید مستحکم کیا۔

خاندانی نظام کی بنیادیں

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں رونق پیدا کرنے، اسے آباد کرنے اور خاندانی نظام کی بنیاد رکھنے کے لیے سب سے پہلا رشتہ میاں بیوی کا بنایا۔ تاکہ نہ صرف انسان کی تنہائی کو دور کیا جائے، بلکہ ایک دوسرے سے تسکین حاصل کرتے ہوئے مودت و رحمت کے اصولوں کے مطابق ایک مکمل نظام کی بنیاد بھی رکھی جاسکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ[1]

اور ہم نے کہا کہ اے آدم علیہ السّلام! اب تم اپنی زوجہ کے ساتھ جنّت میں ساکن ہو جاؤ اور جہاں چاہو آرام سے کھاؤ صرف اس درخت کے قریب نہ جانا کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

قرآن کریم مرد و عورت کے تعلق کی حکمت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ[2]

یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہارے لیے راحت اور تسکین کا سامان ہو اور تمہارے درمیان محبت و شفقت پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ انسان کی تخلیق دراصل ایک نفس سے ہوئی ہے اور جوڑا بنانے کا مقصد بھی انسانی نفس کی جنسی تسکین ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

---

[1] البقرة، ۲:۳۵

[2] الروم، ۳۰:۲۱

هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا[1]

وہی خدا ہے جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا ہے تاکہ اس سے سکون حاصل ہو۔

گویا یہ بھی لازم ہے کہ خاندانی نظام کی بنیاد اور اس کی تشکیل اس طرح سے ہو جس میں میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کر سکیں اور ایک دوسرے سے محبت کر سکیں۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی میں بیوی کا رشتہ تسکین کے لیے بنایا گیا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ انسان کو کچھ احکامات دے کر اسے اس زندگی کی حقیقت سے بھی باخبر کر دیا۔ جہاں تک خاندانی نظام زندگی اور رشتوں کا تعلق ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی اور نعمت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَهُوَالَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَه نَسَبًا وَّصِهْرًا۔ وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا[2]

اور وہی وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا ہے اور پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنادیا ہے اور آپ کا پروردگار بہت زیادہ قدرت والا ہے۔

معاشرے کی تشکیل خاندان کے باہمی رشتوں کے بناؤ سے ہی ہوتی ہے، جس میں والدین، اولاد بہن بھائی اور پھر رشتوں کی وہ تمام قسمیں جن کا تفصیلی ذکر قرآن کریم نے سورۃ النساء میں کر دیا ہے۔ کچھ ابدی رشتے ہوتے ہیں اور کچھ وقتی ہوتے ہیں مگر جہاں تک شادی کا تصور ہے تو اس سے رشتوں میں وسعت آتی ہے اور خاندانی نظام پھلتا پھولتا ہے اور اسی سے خاندانی نظام میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے لیے محبت اخوت اور رواداری کے جذبے فروغ پاتے ہیں۔ خوش گوار زندگی کے لیے سب کو ایک دوسرے کی مدد اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاندان کے افراد زنجیر کی صورت میں ایک دوسرے سے باہم پیوست ہوتے ہیں۔ جتنا پیار، اپنائیت، خلوص و محبت زیادہ ہوتی جائے گی، رشتوں میں مضبوتی بھی زیادہ آئے گی اور وہ جڑے رہیں گے جب رشتوں میں

[1] الاعراف، ۷:۱۸۹

[2] الفرقان، ۲۵:۵۴

پائیداری ہو گی تو پھر خاندانی نظام میں بھی استحکام رہے گا۔اسی لیے کہتے ہیں کہ پیار، اپنائیت، خلوص اور محبت سب تبادلے کی اشیاہیں، اِنہیں جتنا ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے رہیں گے نہ صرف ان میں وسعت آئے گی بلکہ دلوں میں نرمی پیدا ہو گی، رشتوں میں ابدیت پیدا ہو گی اور نظام زندگی بھی مستحکم رہے گا۔

میاں بیوی کا باہمی تعلق

خاندان کی ابتدا مرد عورت کے باہمی تعلق سے ہوتی ہے۔اس بنیادی تعلق کی بدولت انسانی زندگی کا کارواں آگے بڑھتا ہے۔بچے ہوتے ہیں تو یہی مرد عورت والدین کا روپ دھار لیتے ہیں۔بچے جوان ہوتے ہیں تو پھر ازدواجی رشتے بنتے ہیں۔ اس طرح کنبے اور قبیلے وجود میں آتے ہیں۔خون کے رشتے پھیلتے ہیں اور یہ وحدت پھیل کر معاشرے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔انسانی زندگی کی ارتقائی کڑیاں یونہی بنتی سنورتی چلی جاتی ہیں۔اسلامی معاشرہ میں خاندان کی ابتداء ایک مرد اور عورت کے نکاح سے ہوتی ہے۔ نکاح ہی خاندانی نظام کی بنیادی اکائی کے طور پر سامنے آتا ہے،اس لیے اس کی اہمیت اور سماجی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔نکاح ایک انفرادی تمدنی ضرورت بھی ہے جسے تمام معاشروں نے تسلیم کیا ہے لیکن قرآن وسنت نے اس پہلو کے علاوہ اسے اخلاقی ودینی ضرورت بھی قرار دیا ہے اور اس کے قیام پر بہت زور دیا ہے۔قرآن کریم نے تو اسے سنت انبیاء قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً[1]

اور ہم نے یقیناآپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیے۔

اسی لیے میاں بیوی کے تعلق کے لیے اسلام نے جو اصلاح متعارف کرائی ہے اس کو نکاح کا نام دیا ہے۔نکاح ہی وہ قانونی ضابطہ ہے جس کے تحت میاں بیوی معاشرے میں باعزت طریقے سے رہ سکتے ہیں اور پھر ان کی ہونے والی اولاد کے لیے بھی قانونی جواز کے تمام تقاضے پورے کردیے ہیں۔یہ وہ معاشرتی تقاضے ہیں جو خاندان کی مضبوطی اور استحکام میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

---

[1] الرعد، ۱۳:۳۸

نکاح کی اہمیت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ[1]

اور اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے باصلاحیت افراد کے نکاح کا اہتمام کرو کہ اگر وہ فقیر بھی ہوں گے تو خدا اپنے فضل و کرم سے انہیں مالدار بنادے گا کہ خدا بڑی وسعت والا اور صاحبِ علم ہے۔

جدید معاشرے کا یہ ایک المیہ ہے کہ نوجوان افراد اور خاندان غربت کی وجہ سے نکاح کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس سے نوجوان نسل اخلاقی بگاڑ کا شکار ہو کر جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔اس لیے اس آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف نشاندہی کی گئی کہ غربت کی وجہ سے نکاح کو ترک مت کرو، بلکہ رزق دینا تو ہماری ذمہ داری ہے۔ہم اپنے فضل سے جب چاہیں مالدار کردیں،اس لیے ظاہری اسباب سے زیادہ قرآن کریم نے توکل کی تعلیم دی ہے۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یامعشرالشباب من السطاع الباءفلیتزوج فانه اغص للبصرواحصن[2]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا نوجوانوں کی جماعت تم میں جسے بھی نکاح کرنے کے لیے مالی طاقت ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچے رکھنے والا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے۔

اسلام نے نکاح کی ترغیب دے کر غیر فطری راہوں کو بند کر دیا ہے۔اس نے زناء عیاشی اور رہبانیت وغیرہ جیسے سب غیر فطری طریقے بند کر کے جنسی تعلق کے صحیح مواقع مہیا کیے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ عثمان بن مظعونؓ نے نبی کریم ﷺ سے تبتل (جنسی قوت کو ضائع کرنے) کی اجازت طلب کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اما واللہ انی لأخشاکم للہ واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی

[1] النور، ٢٤:٣٢

[2] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، حدیث نمبر ٥٠٦٦

سنو خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے معاملے میں محتاط روش والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں نماز پڑھتا ہوں سوتا ہوں اور شادیاں کرتا ہوں پھر جس نے میرے طریق سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی افزائش کا جو بہترین طریقہ دیا ہے وہ نکاح ہے اور اسی تعلق کی بنیاد پر خاندان وجود میں آتے ہیں اور پھر معاشرے کے استحکام میں خاندان اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں مرد و عورت انسانی سماج کے دو لازمی جز ہیں۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں سے متعلق نہایت متوازن قانون دیا ہے۔انسانی حقوق میں مردوں اور عورتوں کو مساوی درجہ دیا گیا ہے اور سماجی زندگی میں دونوں کے جسمانی تقاضوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے فرق کیا گیا ہے، بچوں کی تربیت کی ذمہ داری عورتوں پر اور کسب معاش کی ذمہ داری مردوں پر رکھی گئی ہے۔ سماجی زندگی کا یہ نہایت ہی زریں اصول ہے جس میں خاندانی نظام کی بقا اور اخلاقی اقدار کی حفاظت اور عورت کو ناقابل برداشت مصائب سے بچانا ہے۔

استحکام خاندان میں مرد اور عورت کا کردار

جہاں تک خاندانی نظام کے استحکام کا تعلق ہے تو اس کی ذمہ داری بھی دونوں (میاں، بیوی) پر عائد ہوتی ہے، کیونکہ دونوں کے حقوق و فرائض کا تعین کر کے انھیں پورا کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔جب ایک دوسرے کے حقوق پورے ہوں گے تو آپس میں محبت و مؤدت کے جذبات فروغ پائیں گے جس کے اثرات والدین اور اولاد پر بھی ہوں گے۔انھی جذبات سے خاندان مضبوط، مستحکم اور خوشحال ہوں گے۔ایک دوسرے کی بات کو سننے، برداشت کرنے اور رواداری کے جذبوں کو بھی فروغ ملے گا۔ تمام چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کر کے زندگی کے مقاصد کی عملی تکمیل کے لیے سرگرم عمل رہنے کے لیے کوشاں رہیں گے۔ جہاں تک میاں بیوی کے حقوق کا تعلق ہے تو دونوں کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں ان کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ اسی سے دل میں محبت، رشتوں میں مضبوطی اور خاندانی نظام میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے امام کاسانی فرماتے ہیں:

ان المرأة محبوسة بحبس النكاح حقا للزوج،ممنوعة من الاكتساب بحقه فكان نفع حبسها عائد ايله فكانت كفايتها عليه[1]

بیوی نکاح کی وجہ سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے لیے پابند ہے، اس کے لیے ایسا کسب معاش ممنوع ہے جس سے شوہر کے حقوق تلف ہوں اور اس کی اس پابندی سے شوہر فائدہ اٹھاتا ہے اس لیے بیوی کی مالی کفالت شوہر پر لازم آتی ہے۔

مصطفی احمد زرقا لکھتے ہیں:

والزواج علاوة على ما يثبت به من حل الاستمناع بين الزوجين، ينشئ حقوقا ووجائب متقابلة بينهما من مالية واسرية[2]

نکاح اور شادی کے ذریعے زوجین کے درمیان منافع کی حلت کے علاوہ ایسے حقوق و فرائض قائم ہوتے ہیں جو دونوں کے مابین ایک دوسرے کے بدلے میں ہیں وہ حقوق و فرائض مال اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

عن عائشة(رض) قالت: قال رسول الله ﷺ: خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي[3]

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن أبي هريره قال: قال رسول الله: أكمل المومنين ايمانا احسنهم خلقا وخياركم خياركم النسائهم خلقا[4]

---

[1] کاسانی، بدائع الصنائع، دار الکتب العربی بیروت طبع دوم ۱۹۷۴، ج ۴، ص ۱۶

[2] مصطفی احمد زرقا، المدخل الفقہی العام، دمشق، طبع نہم ۱۹۶۸، ج ۲، ص ۵۶۴

[3] امام ترمذی، سنن ترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب فضل ازواج النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۸۹۵

[4] امام ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، حدیث نمبر ۱۱۶۲

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومنوں میں کامل ترین وہ ہے جو سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ہے اور تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔

خاندانی نظام میں مرد ذمہ دار بنایا گیا ہے کیونکہ وہ قوی اور طاقتور ہے اس لیے اسی لیے سماجی زندگی میں بیرونی مشکلات کا سامنا کر کے اپنے خاندان کا خیال اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔اس بات کی وضاحت قرآن کریم میں بھی کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ[1]

مرد عورتوں کے حاکم اور نگراں ہیں ان فضیلتوں کی بنا پر جو خدا نے بعض کو بعض پر دی ہیں اور اس بنا پر کہ انہوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے۔

قوام کے معنی کسی شے کے محافظ، منتظم اور مدبر کے ہیں اور یہاں مراد یہ ہے کہ عورتوں کے امور کا انتظام کرنے والے، ان پر احکام نافذ کرنے والے ہیں۔

مولانا مودودی قوامیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔اسی طرح عائلی نظام میں جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک امیر اور سربراہی کی ضرورت ہے۔عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا۔[2]

نظمِ خاندان میں شوہر اور بیوی کا تعلق حاکم اور محکوم کا نہیں ہوتا، بلکہ شوہر کی حیثیت نگرانِ اعلیٰ کی ہوتی ہے، جس کی ماتحتی میں بیوی اور بچے پوری آزادی سے اپنے کام سرانجام دیتے ہیں۔شوہر انھیں تحفظ فراہم کرتا اور ان کی کفالت کرتا ہے۔اس بنا پر ایک طرف عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ

---

[1] النساء، ۳۴:۴

[2] مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن لاہور، ج ۱، ص ۳۴۹

اپنے شوہروں کی اطاعت کریں، ان کی ماتحتی میں اپنی سبکی محسوس نہ کریں، بلکہ ان کا کہنا مانیں اور سرتابی نہ کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا[1]

''پس نیک عورتیں وہی ہیں جو شوہروں کی اطاعت کرنے والی اور ان کے غیب میں ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہیں جن کی خدا نے حفاظت چاہی ہے اور جن عورتوں کی نافرمانی کا خطرہ ہے انہیں موعظہ کرو۔انہیں خواب گاہ میں الگ کردو اور مارو اور پھر اطاعت کرنے لگیں تو کوئی زیادتی کی راہ تلاش نہ کرو کہ خدا بہت بلند اور بزرگ ہے۔

خاندان کو ایک اکائی بنانے اور ایک دوسرے کو باہم پیوست رکھنے میں عورت بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔خاندانی نظام کے بگاڑنے سنوارنے میں عورت کی حیثیت مسلمہ ہے۔عورت اگر چاہے تو اپنی سمجھ داری سے خاندانی روابط کو اتنا مضبوط بنا سکتی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے جھٹکے سے بھی نہ ٹوٹیں اور یہی عورت اپنی نادانی سے ان خاندانی روابط کو اس طرح بکھیر سکتی ہے کہ افراد کے باہمی روابط ختم ہو جائیں اور خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر بکھر جائیں۔انسانی رشتوں کی اہمیت خواتین سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔رشتے داریاں نبھانا، رشتوں کی نزاکتوں کو سمجھنا، ان کے تقاضوں کو پورا کرنا، خاندان کے تمام افراد کو ملانا، باہمی اختلافات ختم کرانا خواتین کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہے۔چونکہ خواتین فطرتاً حساس اور نرم دل ہوتی ہیں لہٰذا بہتر طریقے سے ان ذمے داریوں سے نبرد آزما ہوتی ہیں۔عورت بیٹی، بیوی اور ماں کے رُوپ میں خاندان کو آپس میں ملا کر رکھنے کا فرض احسن طریقے سے ادا کرتی ہے۔گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خاندانی نظام کے استحکام میں خواتین کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

[1] النساء، ۴:۳۴

والدین اور اولاد کا تعلق

خاندانی نظام میں اولاد اور والدین کا تعلق بہت اہم ہے کیونکہ ان دونوں کے تعلق سے خاندانی نظام میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ بچوں نے بڑے ہو کر ایک اور خاندان کی بنیاد رکھنی ہوتی ہے اس لیے ان کی تربیت اور حقوق کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اور والدین جو بچوں کے اس دنیا میں آنے کا سبب بنے ہیں اس لیے ان کا ادب و احترام بھی ضروری سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد سب اہم حکم والدین سے حسن سلوک کا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِی إِسْرَائِيلَ لاَتَعْبُدُونَ إِلاَّ الله وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا [1]

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا (اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے والدین پر احسان کرو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَيْسَ لَکَ بِه عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا [2]

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اگر تیرے ماں باپ میرے ساتھ شرک پر مجبور کریں جس کا تجھے کوئی علم نہ ہو تو ان دونوں کا کہنا نہ مانیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعض آیات میں اپنی عبادت اور شرک نہ کرنے کے فوراً بعد والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِه شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا [3]

---

[1] البقرۃ، ۲:۸۳

[2] العنکبوت، ۲۹:۸

[3] النساء، ۴:۳۶

اور تم لوگ اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی کو اسکا شریک قرار نہ دو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

اللہ نے دس حقوق انسانی کا تذکرہ کرتے ہوئے پہلے اپنے ساتھ شرک نہ کرنے اور والدین سے اچھائی کرنے کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔[1]

کہہ دیجئے آؤ میں تمہیں وہ چیزیں بتادوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں وہ یہ ہیں کہ تم لوگ کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور والدین پر احسان کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔[2]

اور تمہارے کے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بوڑھے ہو جائیں تو خبردار ان سے اف تک نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں بلکہ ان سے عزت و تکریم سے بات کرنا اور ان کیلئے خاکساری کے ساتھ کاندھوں کو جھکا دینا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کہ انہوں نے بچپنے میں مجھے پالا ہے۔

ان قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد دوسرا حکم والدین کے ساتھ حسن سلوک کا دیا ہے۔والدین دراصل خاندانی نظام میں بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں،اس لیے بھی ان سے اچھے اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور اسی سے تو خاندان اور اس کا نظام مضبوط ہو سکتا

[1] الانعام،۶:۱۵۱
[2] بنی اسرائیل،۲۴،۲۳:۱۷

ہے۔جب خاندان میں بڑے کا ادب کیا جائے گا اور ان سے اچھے طریقے سے بات کی جائے گی تو فطری طور پر والدین بھی ان کی اچھائی کے لیے دعا کریں گے تو خاندان میں محبت و شفقت کی فضاء قائم ہو گی۔یہی رویہ انسانی تہذیب کی بھی عکاسی کرتا ہے،کیونکہ کسی بھی معاشرے میں اپنے سے بڑے افراد کی عزت و تکریم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ معاشرہ اخلاقی اور روحانی ترقی کر رہا ہے۔والدین کا رشتہ تو اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ والدین نہ صرف بڑے ہوتے ہیں بلکہ خاندان کو بنانے (افزائش نسل)اور اس کے نظام کو مضبوط بنانے میں بھی والدین کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔اس لیے بھی ان سے حسن سلوک اور عزت و تکریم کی بات ہوتی ہے۔انھیں رویوں سے انسانی کردار،عادات اور طور اطوار کا بھی پتہ چلتا ہے۔

والدین سے حسن سلوک اور انبیاء کا اسوہ

والدین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد سب سے زیادہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔والدین کے ساتھ ادب سے پیش آنا ہے بڑھاپے میں ان کا سہارا بننا ہے اور انھیں اف تک نہ کہنا شامل ہے۔مگر دور جدید کے معاشرتی رویوں کا جائزہ لیں تو والدین کے ساتھ اولاد اچھا سلوک نہیں کرتی جبکہ انبیاء کے اسوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں اور دعاؤں میں والدین کی خیر و برکت اور بھلائی مانگتے ہیں۔جیسا کہ حضرت نوح کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًاوَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔[1]

پروردگار! مجھے اور میرے والدین،اور جو ایمان کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہو،اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرما۔

اس دعا میں ماں اور ہر مومن عورت کا تذکرہ موجود ہے۔اسی طرح حضرت ابراہیم کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔[2]

---

[1] نوح،۲۸:۷۱

[2] ابراھیم،۴۱:۱۴

پروردگار! مجھے، میرے والدین اور ایمان والوں کو بروز حساب مغفرت سے نواز۔

حضرت سلیمانؑ بھی اپنے معصوم اور نبی باپ کے ساتھ اپنی والدہ کو بھی دعا میں شریک کر رہے ہیں جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

رَبِّ أَوْزِعْنِیْ أَنْ أَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ أَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ۔[1]

پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جن سے تو نے مجھے اور میرے والدین (ماں باپ) کو نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو ان پر ان کی والدہ پر کیے گئے احسان کا تذکرہ فرما رہا ہے:

إِذْ قَالَ اللّٰہُ یَاعِیَسٰی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ۔[2]

جب حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے اللہ نے فرمایا: یاد کیجئے میری اس نعمت کو جو میں نے آپ اور آپ کی والدہ کو عطا کی۔

حضرت عیسیٰؑ اللہ سے اپنی ماں کے ساتھ نیکی کی خواہش کر رہے ہیں۔

وَبَرًّا بِوَالِدَاتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا۔[3]

(اللہ نے) مجھے اپنی والدہ کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا قرار دیا اور مجھے سرکش اور شقی نہیں بنایا۔

معلوم ہوا کہ معاشرتی نظام اور خاندانی نظام کے استحکام میں والدین کے ادب واحترام اور ان سے حسن سلوک کی جو تعلیم دی گئی ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خالق کائنات کی عبادت کے بعد سب سے اہم فریضہ والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دور جدید میں والدین سے حسن سلوک تو دور ان کا وجود بھی برداشت نہیں کیا جاتا۔ جس عمر میں والدین کو

---

[1] احقاف، ۴۶:۱۵

[2] المائدہ، ۵:۱۱۰

[3] مریم، ۱۹:۳۲

اولاد کے حسن سلوک کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس عمر میں اولاد خود کو والدین سے دور کر لیتی ہے۔ مغرب میں تو اس کے لیے اولڈ ہاؤس کا تصور بھی آچکا ہے جس کے اثرات مشرقی معاشرے میں بھی محسوس کیے جا رہے ہیں۔ بڑھاپے میں والدین کو اولاد کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے ان کی صحت، خوراک اور دیکھ بھال کی تاکہ ان کے لیے زندگی کی تمام راحتیں اور آسائشیں مہیا کی جائیں۔ مگر مادی دور نے انسان کو اتنا مصروف اور خود غرض بنا دیا ہے کہ اولاد کے پاس والدین کے لیے وقت نکالنا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ دراصل خاندانی نظام کے زوال کا پیش خیمہ ہے، کیونکہ کوئی بھی گھر والدین اور اولاد کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی خوش حال ہو سکتا ہے اور ان حالات میں خاندان اور خاندانی نظام مستحکم نہیں ہو سکتا۔ خاندانی نطام میں استحکام چاہتے ہیں تو اس کے لیے والدین کی عظمت اور رشتوں کی نزاکت کو سمجھنا ہوتا ہے اور پھر اس کے مطابق اپنا طرز عمل بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔

خاندانی استحکام میں بچوں کا کردار

بچے جہاں معاشرے کا حسن ہیں وہیں خاندانی نظام کی بنیادوں کے لیے معمار کی حیثیت بھی رکھتے ہیں، اس لیے اسلام میں بچوں کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ اگر بچوں کی اچھے انداز میں تربیت کر لی جائے تو پھر خاندانی اور معاشرتی نظام کو بہتر بنیادوں پر استوار کیا جا سکتا ہے۔ اگر بچوں کی درست انداز میں تربیت نہ ہو تو تو پھر وہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے خاندان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اس لیے بھی بچوں کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مغربی تہذیب اور مغربی روایات نے اسلامی معاشروں کو کافی حد تک متاثر کر دیا ہے، ان حالات میں بھی اسلام کے اخلاقی تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے بچوں کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ مغربی تہذیب سے مرعوب ہونے کی بجائے اپنی عائلی زندگی، خاندانی نظام اور اس کے استحکام میں اپنا مؤثر کردار ادا کر سکیں۔ جہاں تک بچوں کے حقوق اور ان کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے انتہائی لطیف اور جذباتی پیرائے میں ماں باپ دونوں کو متوجہ کیا ہے:

هُوَالَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا۔ فَلَمَّا تَغَشّٰھَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِہٖ۔ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللہَ رَبَّھُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ[1]

وہ اللہ ہی ہے جس نے تم (مرد وعورت) کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے تمھارا جوڑا بنایا تاکہ تم (مرد وعورت) میں سے ایک دوسرے کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب شوہر نے بیوی سے قربت کی تو اس کو ہلکا سا حمل رہ گیا۔ سو وہ اس کو لیے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں میاں بیوی پروردگار سے دعا کرنے لگے کہ اگر تو نے ہم کو صحیح وسالم اور نیک اولاد دے دی تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔

اسلام نہ صرف بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دلاتا ہے بلکہ لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق بھی مساوی ادا کرنے کی ترغیب دلاتا ہے تاکہ صنفی امتیازات کو ختم کیا جاسکے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من کانت لہ انثیٰ فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا ادخلہ اللہ الجنۃ[2]

جس کی لڑکی ہو پھر وہ اس لڑکی کو زندہ درگور نہ کرے نہ اس کو ذلیل سمجھے اور نہ لڑکے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

معلوم ہوا کہ اسلام کی نظر میں لڑکا اور لڑکی دونوں برابر ہیں اس لیے لڑکی کو نہ صرف زندہ رہنے کا حق ہے بلکہ اس کی حفاظت کی جائے اور اس کی تربیت کی طرف بھی خصوصی توجہ دی جائے۔ انسانی تہذیبوں اور دیگر مذاہب میں اسلام واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کی عزت وتوقیر کی حفاظت کا انتظام کیا بلکہ ان کے سماجی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی حقوق بھی متعارف کرائے۔ دور جدید میں اس بات کی ضرورت ہے کہ بچیوں کی تربیت اس انداز میں کی جائے کہ وہ مغربی تہذیب اور اس کے ممکنہ اثرات سے بچتے ہوئے اخلاق اور شرم وحیاء کی پیکر بن سکیں۔

---

[1] الاعراف، ۱۸۹:۷

[2] امام ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب النوم، باب فی فضل من عالی یتامیٰ، حدیث نمبر ۵۱۴۶

بچپن ہی میں اگر والدین اولاد کو باہمی پیار و محبت، الفت اور باہمی احترام کے ساتھ رہنے کی تعلیم دیں اور بچوں کو بزرگوں کے احترام کی اہمیت بتائیں تو بچوں کو یہ باتیں تمام عمر یاد رہیں گی۔ خاندان بزرگوں ہی کے دم سے مضبوط ہوتا ہے، اس لیے یہ بزرگ ہی خاندان کے بچوں کی بہتر تربیت کر سکتے ہیں اور بگاڑ کی صورت میں بہتر اصلاح کر سکتے ہیں۔ دورِ جدید میں بچوں کی تربیت اس انداز میں کرنے کی ضرورت ہے کہ انھیں رشتوں کی نزاکت کا احساس اور رشتوں کی اہمیت سے آگاہی ہو۔ بچوں کو باادب بنانے اور انہیں بزرگوں سے ادب اور تمیز سے برتاؤ کرنا بھی سکھانا چاہیے تاکہ بچے باادب بنیں، رشتوں کا احساس کریں اور خاندانی نظام کے استحکام میں اپنا کردار ادا کریں۔

رشتہ داروں سے حسن سلوک

معاشرے میں پُرسکون زندگی کے لیے جہاں خاندان، رشتے دار اور عزیز و اقارب کا ہونا ضروری ہے وہیں رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے تاکہ رشتوں میں پیار و محبت قائم رہے اور خاندانی نظام میں استحکام ہو اور معاشرتی زندگی امن و سکون کا گہوارہ بنی رہے۔ اسلام متعدد احکام کے ذریعے خاندان کے باہمی تعلقات کو مضبوط اور مربوط کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ[1]

اور پس تم قرابت دار کو اس کا حق دے دو۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے اعزہ کے ساتھ حسن سلوک کی اعلیٰ مثال پیش کی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل الذی اذا انقطعت رحمہ وصلھا[2]

صلہ رحمی کرنے والا بدلہ لینے والے کو نہیں کہتے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو اپنے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو ملائے۔

---

[1] الروم، ۳۸:۳۰

[2] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی، حدیث نمبر ۵۹۹

رشتہ و قرابت کے استحکام اور نشو وارتقا میں اسلام نے خصوصی ترغیب و تحریص سے کام لیا ہے۔قریبی رشتہ داروں کا حق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ[1]

لوگ پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتے داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔

فطری معاشرت پسندی کی تائید بھی اسلامی اصولوں سے ہوتی ہے۔ مثلاً انسانی معاشرت کا سنگ بنیاد مرد و عورت کا تعلق ہے قرآن اسے رحمت و مؤدت قرار دیتا ہے، رشتہ داروں کے تعلق کو بھی اسی انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رحم کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک وعدہ کیا جو باہمی انس کی نشاندہی کرتا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

من وصلک وصلته ومن قطعک قطعته۔[2]

جس نے تجھے جوڑا اس کو میں جوڑوں گا اور جس نے تجھے توڑا میں اس سے تعلق توڑ دوں گا۔

خاندان ہی پہلا معاشرتی ادارہ ہے اس لیے کہ اس کی بنیاد ہی صلہ رحمی ہے۔ پھر خلافت ارضی کا تصور فطری رجحان اور ماحول کے تقاضوں کی عکاسی کرتا ہے۔

خاندان کے باہمی تنازعات کا حل

دور حاضر میں اختلافات انسانی معاشروں کا ایک لازمی جزو بن گیا ہے، گھر اور خاندان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ دور جدید کی تہذیب و ثقافت نے مسلم معاشروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، جس کی وجہ سے خاندانی نظام بہت سے مسائل سے دوچار ہے۔ مغرب کی تحریک آزادی نسواں نے تو خاندانی نظام کو بکھیرنے کی کوشش کی ہے جس میں عورت کو اپنے حقوق کے حصول کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے اور ان حقوق کے نام پر ان کی معاشرتی اور سماجی حیثیت

[1] البقرہ، ۲:۲۱۵

[2] امام بخاری، بخاری، کتاب الادب، باب من وصل وصلہ اللہ، حدیث ۵۹۸۸

سے ان کو دور کرنے کی سعی لا حاصل ہو رہی ہے۔ حالانکہ اسلام نے عورتوں کو جو حقوق عطا کیے اس سے پہلے کسی مذہب اور معاشرے نے عطا نہیں کیے۔ عوت کی سماجی حیثیت کو بھی جس قدر اسلام نے مستحکم کیا ہے کسی دوسرے معاشرے میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہر معاشرے میں خاندانی افراد کے درمیان تنازعات ہوتے رہتے ہیں اس لیے بعض وجوہات کی بنا پر خاندان کے افراد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن قرآن ان مسائل سے غافل نہیں ہے۔ لہذا قرآن کریم میں اس کا حل بھی موجود ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِه وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَااِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا[1]

اور اگر دونوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہے تو ایک حکم مرد کی طرف سے اور ایک عورت والوں میں سے بھیجو۔ پھر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو خدا ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر دے گا بیشک اللہ علیم بھی ہے اور خبیر بھی۔

اس آیت میں مرد اور عورت (زوجہ اور شوہر) کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور جدائی کی علامات ظاہر ہوں تو ان مسائل کے ازالے اور اختلاف کے حل کے لیے اور زوجین میں صلح کی زمین ہموار کرنے کے لیے ایک قاضی مرد کے رشتے داروں میں سے اور ایک قاضی عورت کے رشتے داروں میں سے مقرر کیا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان ہونے والے اختلاف اور جھگڑے کو مل بیٹھ کر آپس کی رضامندی سے ختم کریں۔

سید قطب لکھتے ہیں:

اسلام نہ تو خاندان کو اس طرح چھوڑتا ہے کہ بیوی نافرمان ہو جائے اور اس سے آپس میں منافرت پیدا ہو جائے اور نہ اسلام فوری طور پر اس تعلق اور رشتہ کو ختم کرتا ہے کہ خاندان تباہ ہو جائے اور میاں بیوی کی غلطی کا خمیازہ چھوٹے اور کمزور بچے بھگتیں، بلکہ اسلام چاہتا ہے کہ خاندان باقی رہیں، ترقی کرے اور

[1] النساء، ۴:۳۵

نشو نما حاصل کر کے معاشرے کو آگے بڑھاتا رہے۔ چنانچہ اسلام میں ایک ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اختلاف بین الزوجین کی صورت میں دو حکم متعین کر دیے جائیں۔ ایک بیوی کے اہل خانہ کا ہو جسے وہ پسند کرے اور ایک شوہر کے اہل خانہ کا ہو جسے وہ چاہے اور یہ دونوں جذبات سے، نفسیاتی صورت حال سے قطع نظر کر کے، مسئلہ کو سلجھائیں اور ان کے باہمی اتفاق کی راہ نکالیں۔ ان کی فلاح اور بچوں کی شفقت کو مد نظر رکھیں۔ مطلقاً غیر جانبداری کے ساتھ خاندان کو تباہی اور بربادی سے بچائیں۔[1]

روبینہ نقاش لکھتی ہیں:

بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خاندان گھر میں بغیر کسی نزاع کے زندگی گزار سکے، بے شک صلح بہترین طریقہ ہے اور حق کی طرف لوٹنا خوبی کی بات ہے لیکن جو چیز گھر کی شیرازہ بندی کو منتشر کرتی ہے اور اندرونی امن و سلامتی کو ٹھیس پہنچاتی ہے وہ بچوں کے سامنے والدین کی لڑائی اور کشمکش ہے۔ اس سے سے بچے دو یا زیادہ کیمپوں میں بٹ جاتے ہیں اور گھر کا شیرازہ بکھر ہو جاتا ہے۔[2]

خاندانی نظام کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ آپس کے اختلافات کو دور کر کے امن و سکون کی فضا قائم کی جائے۔ اسی لیے قرآن کریم اسی طرف رہنمائی کرتا ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا[3]

اور اگر کوئی عورت شوہر سے حقوق ادا نہ کرنے یا اس کی کنارہ کشی سے طلاق کا خطرہ محسوس کرے تو دونوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ کسی طرح آپس میں صلح کر لیں کہ صلح میں بہتری ہے اور بخل تو ہر نفس کے ساتھ حاضر رہتا

---

[1] سید قطب۔ فی ظلال القرآن، ج ۲، ص ۲۷۲

[2] روبینہ نقاش، اپنے گھروں کو بربادی سے بچائیں، دار الابلاغ لاہور، ص ۱۶۱

[3] النساء، ۱۲۸:۴

ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ کرو گے اور زیادتی سے بچو گے تو خدا تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

عورت اور مرد کے نشوز سے مراد طغیان اور سرکشی ہے، قرآن اس آیت میں مرد کی عورت سے روگردانی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ مرد کا نشوز یعنی زوجہ سے اعراض کرنا اور بخل اور کنجوسی کرنا بہت سے اختلافات کا موجب بنتا ہے، جب بھی مرد اور عورت اس حقیقت کی جانب توجہ کریں گے تو وہ اپنی اصلاح کی راہ میں حائل رکاوٹیں بھی دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر وہ یہ کوشش کر لیں تو بہت سارے خاندانی اختلافات بھی ختم ہو جائیں گے بلکہ بہت ساری دوسری اجتماعی مشکلات اور جھگڑے بھی اختتام پذیر ہونگے۔

آج گھریلو تشدد عالمی سطح پر ایک سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے۔ دنیا کے تمام ممالک میں عورتیں اپنے شوہروں اور دیگر قریب ترین رشتہ داروں کے ذریعہ ستائی جاتی ہیں۔ انھیں جسمانی طور پر بھی اذیتیں دی جاتی ہیں اور نفسیاتی اعتبار سے بھی ٹارچر کیا جاتا ہے۔ اسلام میں بیویوں پر ظلم و تشدد نہ کرنے کے صریح احکام دیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا:

لا تضربو اما ء الله [1]

اللہ کی باندیوں (یعنی اپنی عورتوں) کو نہ مارو۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے اپنی بیوی کی بد زبانی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے انھیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کی۔ پھر فرمایا: ولا تضرب ظعینتک کضربک أميّتک [2] "اپنی گھر والی کو اس طرح نہ مارو جس طرح اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔

نبی کریم ﷺ نے عورت کی نازک مزاجی کی رعایت رکھنے کا حکم فرمایا ہے تاکہ گھریلو فضا میں امن و آشتی کو برقرار رکھا جاسکے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

[1] امام ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی ضرب النساء، حدیث نمبر ۲۱۴۶

[2] امام ابوداؤد، سنن ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الاستنثار، حدیث نمبر ۱۴۲

واستو بالنساء خيرا فانهن خلقن من من ضلع وان اعوج شئ فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج استوصوا بالنساء خیرا[1]

عورتوں کو نصیحت کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور بہت ہی ٹیڑھی پسلی سے اوپر کی جانب سے، پس اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے پس اگر اسے چھوڑ دو گے تو یہ ہمیشہ اپنی حالت میں ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے حق میں بھلائی کی وصیت کرو۔

نیک سیرت بیوی کی مثال دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا

التی تسرہ اذا نظر الیھا اذاامرھا ولا تخالفه فی نفسھا ولا ماله[2]

جسے وہ دیکھے تو خوش ہو جائے اسے حکم دے تو اطاعت کرے (اس کی غیر موجودگی میں) اپنی عصمت اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

مسلم خاندان کی بقا، تحفظ اور ارتقا کی خاطر ان روابط اور تعلقات کے معاملے میں ہر لمحے خوفِ خدا سے کام لیا جائے۔ ان معاملات میں اپنی دانش مندی، دین داری اور دین پسندی کا مظاہرہ ہو، محبت واُلفت اور احترام واکرام پر مبنی روابط اور تعلقات کو قائم رکھنا سب کا فرض ہے۔

خلاصہ بحث

یہ ایک حقیقت ہے کہ معاشرہ خاندان سے تشکیل پاتا ہے اور خاندانی نظام کے استحکام میں خاندانی رشتے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ دورِ جدید میں انسانی رشتوں کی اہمیت ختم ہوتی جارہی ہے، خونی رشتے ٹوٹ کر بکھرتے جارہے ہیں اور ان میں دوام کی کیفیت ختم ہوتی جارہی ہے۔ خاندان کا حقیقی رنگ آپس میں محبتوں، چاہتوں، باہمی ایثار، اپنائیت، ایک دوسرے کا خیال اور خوشی و غم میں شرکت سے عیاں ہوتا ہے اور اسی سے سماجی زندگی کو رونقیں بھی ملتی ہیں۔ مادہ پرستی نے خاندانی نظام اور اس کے استحکام کو متاثر کیا ہے جس کی وجہ سے خاندانی نظام باہمی تنازعات کا شکار ہو کر بکھرنا شروع ہو گیا

---

[1] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، حدیث نمبر ۵۱۸۶

[2] امام بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، ج ۷، ص ۸۲

ہے۔ والدین، اولاد، بہن بھائی اور اعزہ واقارب سب اپنی اپنی زندگی میں محو اور وقت کی لہر میں بہتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرتی حالات اور خاندانی نظام اور ان کی کیفیات کو سامنے رکھتے ہوئے بآسانی خاندانی نظام کے وجود کو لاحق خطرات کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔

خاندانی رسم و رواج، ملنا ملانا، خوشی غمی میں شرکت جیسے روابط رکھنا خاندان کو پائیداری بخشتا ہے اور یہی روابط خوشی اور غمی کے مواقع پر کسی نعمت سے کم محسوس نہیں ہوتے۔ معاشرتی روابط میں ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہونا، غموں میں ساتھ دینا، ایک دوسرے کو تحفے تحائف دینا، دعوتیں کرنا، مزاج پُرسی کرنا، عیادت کرنا اور تعزیت کرنا وغیرہ یہ سب خاندانی روابط کا حصہ ہیں۔ انسانی زندگی جب بھی مصائب کا شکار ہوتی ہے تو ہر دکھ درد کی مشکل گھڑی میں یہی روابط کام آتے ہیں۔ زندگی کے ہر پہلو کی خوب صورتی انسانوں کے باہمی روابط سے بڑھتی ہے اور انہی روابط سے افراد اور خاندان کے باہمی تعلقات بھی خوش گوار ہوتے ہیں۔ گھر، معاشرہ، شہروں میں سکون اور اطمینان قائم ہو سکتا ہے۔ اور محبت ایک ایسا پھول (اصول) ہے جس سے خاندانی رشتوں کو مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔ والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک اور بچوں کی اسلامی تربیت بھی خاندانی استحکام میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے کے ہر فرد کو خاندانی نظام کے استحکام میں اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور خاندانی نظام تب ہی مستحکم ہو گا جب باہمی رشتوں کی نزاکت کو سمجھ کر اس کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ اگر ہمارے معاشرے میں رشتوں کی اہمیت کا احساس اجاگر ہو جائے تو کوئی بعید نہیں کہ خاندانی نظام کو مستحکم بنا کر معاشرے کو پیار و محبت کا گہوارہ نہ بنایا جاسکے۔